ناد
راستہ ترقی کا

اسلامک یونیوسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی، اونتی پورہ سے شائع کردہ ایک کمیونٹی اخبار

مرکز برائے جدت وترویج خود کار کاروبار صفحہ 3

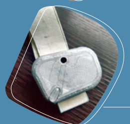
ساہی-قوتِ سماعت سے محروم افراد کے لئےایک معاون آلہ صفحہ 5

ماں کا دودھ : بچے کے لیے اکسیر صفحہ 6

شمارہ: 2 ○ جلد: 1 ○ تاریخ: اپریل-مئی 2022 ○ صفحات: 8

قومی پالیسی برائے تعلیم اور مادری زبان: مقامی زبان اور اس میں تعلیم کی افادیت

ڈاکٹر منیجہ خان/ڈاکٹر روہیلہ حسن

مادری زبان وہ زبان ہے جوایک انسان بچپن سے بولتے ہوئے بڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک شخص کی مقامی زبان ہوتی ہے۔فی الوقت پوری دنیا میں تعلیم کی ترسیل جس زبان میں ہورہی ہے وہ یا تو ایک بڑی بین الاقوامی زبان ہے یا پھر استعمار کے ذریعے مسلط کی گئی زبان۔اس سب کے بیچ اپنی مقامی زبان سے وابستگی برقرار رکھنا ہمارے تشخص کے لئے انتہائی اہم ہے جس کے ذریعے ہمارے اندر خوداعتمادی بھی پیدا ہوتی ہے۔ تحقیقی مرکز برائے بین ثقافتی ترقی The Intercultural Development Research) (Association اس بات پر مسلسل زور دیتا رہا ہے کہ بچپن کے بعد بھی اپنی مادری زبان کو تعلیم کا حصہ بنانا ایک بچے کو اپنے تہذیبی وثقافتی ورثے کے متعلق قدر شناس بنادیتا ہے۔ والدین کے لئے بھی یہ بات قابلِ اعتنا ہونی چاہیے کہ گھر پر مادری زبان استعمال کرنے سے اُن کے بچے بھی اپنی ثقافت پر فخر کرنا سیکھ جائیں۔

یونیسکو نے بھی مادری زبان کی اہمیت کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے تجویز دی ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم اُن کی مادری زبان میں ہی ہوتاکہ وہ اس زبان میں اچھے سے لکھنا اور بولنا سیکھ جائیں۔ اس دوران اُن کو دیگر اور موضوعات سے بھی روشناس کرایا جائے جیسے کہ ریاضی کے بعض بنیادی قواعد۔ ۱۹۹۹ئ میں یونیسکو نے ۲۱فروری کو مادری زبان کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا تاکہ تہذیبوں کی بوقلمونی اور کثیر اللسانی کو عالمی سطح پر فروغ دیا جاسکے۔ معروف سہ ماہی مجلّہ Economics of) (EducationReview کی ایک تحقیق بتاتی ہے کہ جن بچوں کی ابتدائی تعلیم ان کی مادری زبان میں ہوتی ہے،اُن کی تعلیمی کارکردگی مجموعی طور سے بہتر ہوتی ہے۔

مقامی زبان میں تدریس کے فوائد :

بچوں کو اگر مادری زبان میں تعلیم دی جائے تو اس سے ان کے گھر اور اسکول کے بیچ تعلیم کی ایک مشترک کڑی جڑ جائے گی۔ اس سے بچوں کے والدین بھی اُن کی تعلیم میں اپنا حصہ ڈال سکیں گے اور بچوں کے لئے تعلیمی عمل ایک مکمل اور ہمہ جہت تجربہ بن جائے گا۔ مادری زبان کے استعمال سے صرف بچوں کو ہی نہیں بلکہ اساتذہ صاحبان کو بھی فائدہ ہوگا کیونکہ بہت سے اساتذہ انگریزی بولنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور اس وجہ سے اپنا علم اور تجربہ بچوں تک صحیح سے نہیں پہنچا پاتے۔ ان سب مسائل کے علاوہ،ایک غیر ملکی زبان میں درس وتدریس سے بچوں کے اندر اپنی تہذیب اور ثقافت سے ایک طرح کی دوری پیدا ہوجاتی ہے۔ لہٰذا مادری زبان میں تعلیم سے بچوں کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے تہذیبی ورثے سے آشنا ہوجائیں گے۔

اگر پچھلے پچاس سالوں کا ہی حساب لگایا جائے، تو ہمارا ملک قریب دو سو بیس زبانیں کھو چکا ہے۔ یونیسکو نے بھی قریباً ۱۹۷ بھارتی زبانوں کے وجود کو 'خطرے' کے زمرے میں ڈال دیا ہے۔ کئی ساری ایسی زبانیں جن کا اپنا رسم الخط نہیں ہے، ناپید ہونے کی کگار پر پہنچ چکی ہیں۔ان زبانوں کے جاننے والے بزرگ لوگ جیسے ہی اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، تو ایسی زبانیں بھی اُنھی کے ساتھ رخصت ہوجاتی ہیں۔ کسی طرف سے ان زبانوں کی بقاء کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ لہٰذا اسکول اور ہائر ایجوکیشن کی سطح پر ایسی زبانوں کو تدریس کا حصہ بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ انہیں مرنے سے پہلے دوبارہ زندہ کیا جاسکے۔

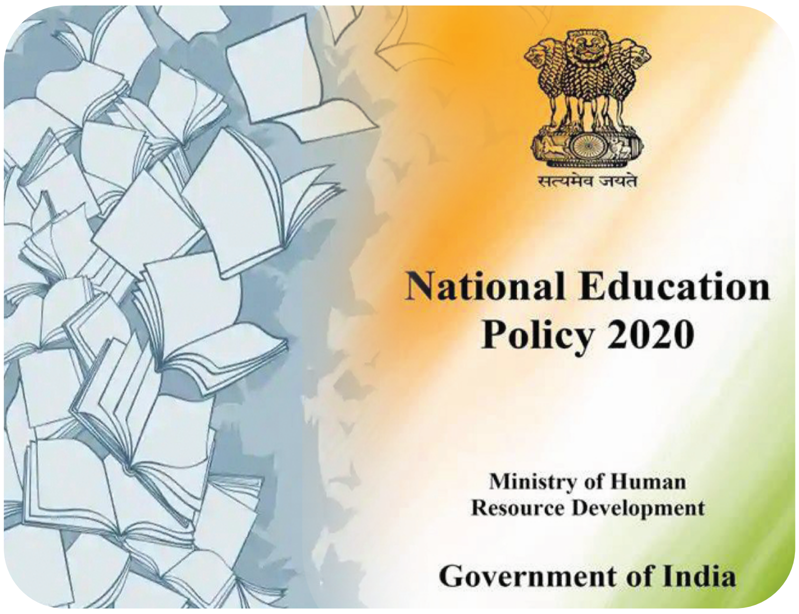

قومی پالیسی برائے تعلیم ۲۰۲۰ئ اور مادری زبان :

مرکزی کابینہ نے ۲۰۲۰ئ کی قومی پالیسی کو اس مقصد کے ساتھ لاگو کیا ہے کہ ہندوستان کے تعلیمی نظام میں، اسکول سے لے کر کالج کی سطح تک، کئی ساری اہم تبدیلیاں لائی جاسکیں۔ قومی پالیسی برائے تعلیم ۱۹۶۸ئ اور قومی پالیسی برائے تعلیم ۱۹۸۶ئ کے بعد یہ حکومت کی طرف سے لاگو کی گئی تیسری تعلیمی پالیسی ہے۔ مذکورہ پالیسی اس بات کے اعتراف پر مبنی ہے کہ زبان کا تہذیب اور فن کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس نئی پالیسی کے مطابق ہماری روزمرہ کی بات چیت میں ایک مشترک مقامی زبان ہونے کی وجہ سے جو انداز، تجربہ اور اپنائیت پائی جاتی ہے، وہ دراصل ہماری تہذیب کی عکاس ہے۔ لہٰذا، کہا جاسکتا ہے کہ تہذیب دراصل زبان کے دائروں میں بند ہوتی ہے۔ ادب، ڈرامہ، موسیقی، سینما، چاہے جس نوعیت کا بھی فن ہو، زبان سے موانست کے بغیر ان میں سے کسی کی صحیح طرز پر پیمائش اور تجزیہ ممکن ہی نہیں۔ الغرض کسی بھی تہذیب کا تحفظ اور اس کا فروغ اس تہذیب کی زبان کے ذریعۂ نہایت ہی مشکل ہے۔

حالیہ پالیسی کی تجویز ہے کہ پانچویں جماعت تک کے بچوں کے لئے ذریعۂ تعلیم ان کی مادری زبان ہوگی۔ آئین ہند کے آٹھویں شیڈول میں شامل سبھی زبانوں کے لئے اکیڈمیاں قائم کی جائیں گی جن میں نامور اسکالر حضرات جدید تصورات کے لئے موزوں الفاظ واصطلاحات ترتیب دیا کریں گے۔ اس کے بعد ضروری تدوین کے ساتھ نئی لغتیں شائع کی جائیں گی جیسا کہ دنیا کی بہت سی معروف زبانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پالیسی نے اس بات پر بھی زور دیا کہ تقریباً سبھی بھارتی زبانیں اور ان سے وابستہ تہذیب اور فن کی حفاظت کے لئے انٹرنیٹ پر ایک پلیٹ فارم یا پورٹل تشکیل دیا جائے گا تاکہ ناپید ہونے والی زبانوں کو پوری طرح ختم ہونے سے پہلے بچایا جاسکے۔ قومی پالیسی نے زبانوں کی درس وتدریس کے لئے اسکالرشپس کے اہتمام پر بھی زور ڈالا تاکہ مقامی زبانوں میں تحریری ورثے کو فروغ دیا جاسکے۔ ساتھ ہی میں اساتذہ پر بھی زور ڈالا گیا کہ وہ ایسے بچوں کے لئے دولسانی تدریس کا اہتمام کریں جن کی مادری زبان ایک اور تعلیمی زبان دوسری ہو۔ ہاں لیکن جہاں جہاں بھی ممکن ہو، پانچویں جماعت تک، ہوسکے تو آٹھویں جماعت تک، ذریعۂ تعلیم مقامی یا مادری زبان کو ہی رکھا جائے۔ اور یہ قاعدہ سرکاری اسکولوں کے علاوہ نجی اسکولوں کے لئے بھی قابلِ اتباع ہوگا۔ اداروں کے ضمن میں پالیسی نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اعلیٰ معیار کی نصابی کتابیں، بشمول سائنسی مضامین کے، مادری یا مقامی زبان میں مہیا رکھی جائیں گی۔ اس چیز کو یقینی بنانے کے لئے ابتدا میں ہی ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ بچے کے لئے مادری زبان اور تعلیمی زبان، دونوں قابل فہم ہوں۔ اب جہاں جہاں مادری یا مقامی زبان میں نصابی کتابیں مہیا نہ ہوں، ذریعۂ تعلیم تو وہاں بھی مقامی زبان ہی ہوگی لیکن ضرورت پڑنے پر استاد دوسری زبان سے بھی استفادہ کرسکتا ہے، تاکہ تعلیم تک حصول کے بیچ زبان کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

مذکورہ پالیسی نے ریاستوں کو اس بات پر بھی اُبھارا کہ وہ ایک دوسرے کے پاس سے اساتذہ دستیاب کرنے میں پہل کریں تاکہ ریاست میں لاگو تین-زبانوں کے قاعدے پر من وعن عمل کیا جاسکے اور پورے ملک میں ہندوستانی زبانوں کی تعلیم کو فروغ دیا جاسکے۔ لیکن ساتھ میں قومی پالیسی نے اس بات پر خصوصی زور دیا کہ کسی بھی ریاست پر کوئی زبان جبراً عائد نہیں کی جائے گی۔

شمارہ: 2* جلد: 1* تاریخ : اپریل-مئی 2022* صفحات: 8
اسلامک یونیورسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی، اونتی پورہ سے شائع کردہ ایک کمیونٹی اخبار

ہائی ڈینسٹی کے سیب (High-Density Apples) اور کسانوں کے روزگار پر متوقع اثرات

ڈاکٹر طارق احمد گنائی

جموں وکشمیر بھارت کا وہ حصہ ہے جس کی معیشت کا بیشتر حصہ زراعت پر منحصر ہے۔ اس خطے کی قریب ستر فیصدی سے زائد آبادی بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت سے منسلک ہیں۔ ۲۰۔۲۰۱۹ء کی اقتصادی سروے کے مطابق جموں وکشمیر کی کل داخلی پیداوار میں ۲۰.۷ افیصدی حصہ زراعت سے آتا ہے اور اس کی بڑھوتری کی شرح (۹ فیصد) ملکی پیداوار کی شرح (۲.۹ فیصد) کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ پھر زراعت کے شعبے میں بھی سب سے بڑا حصہ یعنی ۴۰ فیصد باغبانی کی طرف سے آتا ہے (ریڈرس ڈائجسٹ، جے اینک کے: ۱۸۔۲۰۱۷ء)۔ تخمیناً ۳.۳ ملین لوگ بالواسطہ یا بلاواسطہ اس شعبے سے منسلک ہے۔ مذکورہ شعبے کی وسعت اور اہمیت کو حکومت بھی اچھی طرح سمجھتی ہے لہٰذا اس کی بہتری کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف اسکمیں بھی متعارف کرائی جاچکی ہیں، جن میں High-Density Apple Orchards, Mega Food Park Development, Prime Minister's Development Package, Mission for Integrated Development of Horticulture شامل ہیں۔

باغبانی کے زمرے میں سب سے زیادہ درآمد کی جانے والی شئی سیب ہے، جس کا تناسب قریب قریب ساٹھ سے پینسٹھ فیصدی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ملکی سطح پر بھی دیکھا جائے تو سیبوں کی کل پیداوار میں ۷۵ فیصدی حصہ اکیلے جموں وکشمیر سے آتا ہے۔ اقتصادی معنوں میں دیکھا جائے تو سیبوں کا شعبہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے کیونکہ مذکورہ پھل ہر سال قریب ساڑھے سات ہزار کروڑ کی کمائی کا باعث بنتا ہے۔ پچھلی پانچ دہائیوں کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ سیب کی شرح پیداوار میں کافی حد تک اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ ڈائریکٹوریٹ آف ہارٹیکلچر جموں وکشمیر کی ۲۰۔۲۰۱۹ء کی تحقیق بتاتی ہے کہ ۱۹۷۴ء میں سیبوں کے باغ قریب چھیالیس ہزار ہیکٹر پر محیط تھے جو کہ ۲۰۱۹ء تک پہنچتے پہنچتے ایک لاکھ چوسٹھ ہزار ہیکٹر تک پہنچ چکے ہیں۔ اسی تناسب سے کل پیداوار بھی ۹.۱ لاکھ میٹرک ٹن سے بڑھ کر ۱۹ لاکھ میٹرک ٹن تک پہنچ گئی ہے۔ زمین کی زرخیزی میں بھی خاطر خواہ بہتری درج کی گئی ہے جو کہ ۱۹۷۴ء میں ۴.۱۲ ٹن فی ہیکٹر سے بڑھ کر ۲۰۱۹ء میں ۴۳۔۱۱ ٹن فی ہیکٹر پہنچ گئی ہے۔

مجموعی طور سے کہا جاسکتا ہے کہ جموں وکشمیر کی یونین ٹیرٹری میں باغبانی نے رقبے اور پیداوار کے لحاظ سے کافی ترقی کی ہے اور یہ خطہ پورے ملک میں باغبانی کے ایک مرکز کی صورت اختیار کرگیا ہے۔ اس ضمن میں موسمی حالات بھی کافی حدتک زراعت کے حوالے سے سازگار رہے ہیں۔ جموں وکشمیر agri-climate کے تین گروہوں یعنی Sub-Tropical, Intermediate اور Temperate Zone میں شمار ہوتا ہے۔ پھر ان میں بھی متوازی زمرہ ایسا ہے جس میں کہ پیداوار اور رقبہ سب سے زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ جموں کے بہ نسبت کشمیر اس معاملے میں زیادہ زرخیز ہے جہاں سیب، ناشپاتی، اخروٹ، خوبانی، آڑو اور چیری کافی زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ ۴۳۔۱۱ ٹن فی ہیکٹر کی شرح کے ساتھ وادی کشمیر ہماچل پردیس (جوکہ پیداوار میں ۶.۷ ٹن فی ہیکٹر کی شرح کے ساتھ دوسرے نمبر پر آتی ہے) سے بہت آگے ہے۔ عمومی طور پر بھی جب سے وادی میں باغبانی کے شعبے کی بنیاد ڈالی گئی، ملکی اوسط کے مقابلے میں وادی کشمیر پیداوار کے اعتبار سے بہت نمایاں کارکردگی کی حامل رہی ہے۔ لیکن اگر بین الاقوامی سطح پر موازنہ کرکے دیکھا جائے تو کہنا پڑے گا کہ پیداوار کے اعتبار سے وادیٔ کشمیر ابھی بہت پیچھے کھڑی ہے۔ نیوزی لینڈ میں پیداوار کا تناسب ۶۸۷۰ ٹن فی ہیکٹر ہے، اٹلی میں ۷۸۸۰ فی ہیکٹر اور نیتھرلینڈ میں پیداوار کا تناسب فی ہیکٹر پایا جاتا ہے۔

دنیا بھر میں پیداوار کی شرح میں اس قدر بڑھوتری کی بنیادی وجہ زراعت کے میدان میں جدید اور سائنٹفک اصولوں کا متعارف ہونا ہے جیسے کہ اعلیٰ کثافت کے سیبوں کی باغبانی (High-density apple orcharding)۔ اس ضمن میں اٹلی کی مثال سب سے نمایاں معلوم ہوتی ہے جو اس وقت پوری دنیا میں فی ہیکٹر سب سے زیادہ ٹن سیب پیدا کرنے والے ممالک میں سے ایک ہے۔ اکیلے ٹرنتنو آلتو ادیج (Trentino-Alto-Adige) اور جنوب ٹیلر خطے اٹلی کی کل سیبوں کی پیداوار میں اسّی سے پچاسی فیصد حصہ ڈالتے ہیں۔ ٹرنتنو آلتو ادیج شمالی اٹلی کا ایک خود مختار خطہ ہے جو اپنے پہاڑی جغرافیہ اور موسمی حالات کی وجہ سے جموں وکشمیر کے ساتھ کافی حدتک مماثلت رکھتا ہے۔ اٹلی کی کل پیداوار میں سے قریب قریب ۶۷ فیصدی اسی خطے سے آتا ہے جو کہ جموں وکشمیر کی شرح پیداوار یعنی ۷۵ فیصدی سے بہت قریب ہے۔ فی ہیکٹر ٹن کے حساب سے بھی یہ دونوں خطے ایک دوسرے سے کچھ زیادہ آگے پیچھے نہیں ہیں۔ اٹلی کی حکومت کے مطابق ٹرنتنو اعلیٰ معیار کے سیب پیدا کرنے کے معاملے میں سارے یورپ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اعلیٰ کثافت پر مبنی سیب کے باغوں نے یورپ میں سیبوں کی پیداوار کا نیا باب کھول دیا ہے۔ مذکورہ باغوں کی بدولت یہ خطہ پیداوار کی شرح اور زرخیزی کے اعتبار سے بہت حدتک ترقی کرچکا ہے۔ جلد گیسٹیشن پورا کرنے اور معیار میں اعلیٰ ہونے کے سبب یہ سیب کسانوں کے لئے بہت ہی منافع بخش ثابت ہورہے ہیں۔ مقدار کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اعلیٰ کثافت کے یہ سیب روایتی باغبانی کے مقابلے میں کافی سود مند ہیں۔ ہماچل پردیس میں بھی اس تجربے کے نتائج قریب قریب اسی طرح کے ہیں، جہاں ۱۹۹۰ء میں پہلی بار High-density کے سیب متعارف ہوئے۔ تب سے لے کر ایں دم، ہماچل پردیس پیداوار کے اعتبار سے دن بہ دن ترقی پر گامزن ہے۔ اعلیٰ کثافت کے سیبوں کی باغبانی نے پیداوار اور زرخیزی میں جو بہتری لائی ہیں، وہ محض ایک یا دو خطوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ پوری دنیا اس سے مستفید ہورہی ہے۔ ہندوستان میں اس کا آغاز ۱۶۔۲۰۱۵ء میں جموں وکشمیر میں کیا گیا جس کے لئے جڑوں کی درآمد ٹرنتنو آلتو ادیج سے کی گئی۔

اعلیٰ کثافت کے سیبوں کی وجہ سے کسانوں کو ملنے والے فوائد:

گزشتہ پانچ سالوں میں مختلف وجوہات جیسے کہ ناسازگار موسم، شدید برف بھاری، سکیب، کم قیمتیں اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے کسانوں کو کافی نامساعد حالات کا سامنہ کرنا پڑا تھا لیکن اعلیٰ کثافت کے سیبوں نے ان کے چہروں پر دوبارہ سے مسکراہٹ بحال کردی ہے۔ اعلیٰ کثافت کے سیبوں میں سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ لگانے کے دو سال بعد سے ہی پھل پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور چوتھے سال تک پہنچتے پہنچتے تو یہ پیداوار کی آخری حد کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک عام سیب کے پیڑ کو پھل دینے کے لائق ہوجانے کے لئے تقریباً دس سے پندرہ سال کی مدت درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا کشمیر میں اعلیٰ کثافت کے سیبوں کو صحیح وقت پر متعارف کرایا گیا کیونکہ ۲۰۱۸ء اور ۲۰۱۹ء کی شدید برف بھاری نے ہزاروں سیب کے پیڑوں کو جڑ سے ہی اُکھاڑ پھینک دیا تھا۔ اعلیٰ معیار کے سیب پیدا کرنے کے علاوہ اس نئی باغبانی کا ایک اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسے روایتی پیڑوں کی بہ نسبت ستّر سے اسّی فیصدی کم کھاد درکار ہوتی ہے۔

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق کشمیر ہر سال قریب بیس میٹرک ٹن سیب باہر درآمد کرتی ہے۔ باغبانی شعبے کی کل ملکیت دیکھی جائے تو بشمول پیدا کردہ روزگار کے، قریب آٹھ ہزار کروڑ سے نو ہزار کروڑ کے بیچ ہوگی۔ ملکی سطح پر دیکھا جائے تو سیبوں کی کل پیداوار میں قریب ۷۵ فیصدی حصہ اکیلے کشمیر سے آتا ہے۔ قلیل مدتی گیسٹیشن کے سبب کسانوں کو اگرچہ فائدہ ملتا ہے لیکن اخراجات کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ۹۵ فیصدی کسان کم کثافت (Low-density) کے باغوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ کسانوں کے لئے قرضہ اُٹھانے کی سہولیتوں کے ساتھ ساتھ مختلف تنظیموں کو بھی متعارف کروائیں تاکہ جموں وکشمیر کے خطے میں high-density apple orchards سے زیادہ سے زیادہ کسان فائدہ اُٹھا سکیں۔

شمارہ: 2* جلد: 1* تاریخ : اپریل-مئی 2022* صفحات: 8
اسلامک یونیوسٹی براے سائنس وٹیکنالوجی، اونتی پورہ سے شائع کردہ ایک کمیوٹی اخبار

مرکز برائے جدت وترویج خود کار کاروبار

The Centre for Innovation and Entrepreneurship Development (CIED)

National Level Workshop on "Fundamentals of Patenting for Entrepreneurs" held in 2022 ,17th March Islamic University of Science and Technology on

اسلامک یو نیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں "فنڈامنٹلز آف پینٹنگ فار انٹر پر ینورز" پر مشتمل قومی سطح کا ورکشاپ کاانعقاد

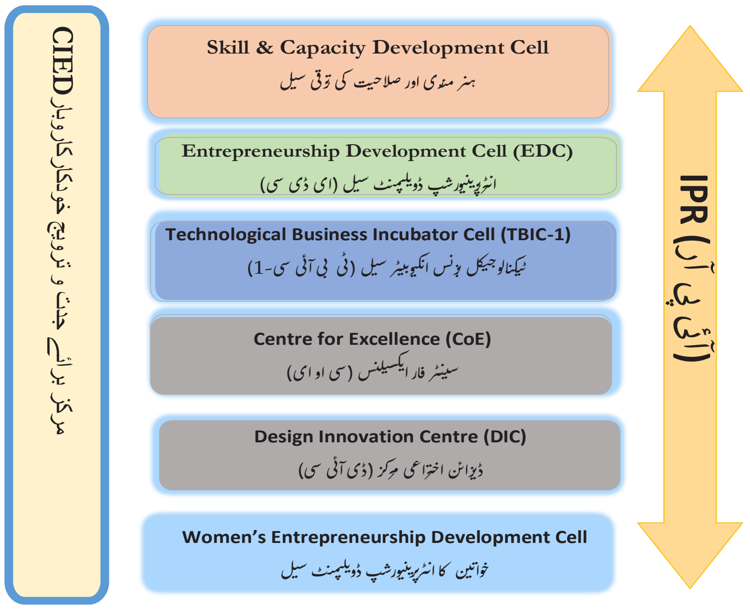

ڈاکٹر پرویز احمد میر

معاصر دنیا میں کسی بھی حکومت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ سبھی یا اکثر نوجوانوں کو روزگار فراہم کرسکے گی، حقیقت کے منافی ہے۔ایسا کرنے کے لئے حکومت کو بے تحاشہ پیسوں کی حاجت درکار ہوگی۔ لہٰذا اس مشکل سے نکلنے کے لئے حکومت کے پاس سب سے موئثر راستہ یہ ہے کہ وہ خودکار کاروبار (Enterpreneurship) کے حامی نوجوانوں کی بھرپور حمایت کرے۔ موجودہ برق رفتار اور مسابقتی دنیا میں خودکار کاروبار بہت حد تک اہمیت اختیار کرگیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے روزگار اور دولت پیدا کرنے کے علاوہ مجموعی ملکی پیداوار میں بھی بہتری درج کی گئی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نوجوان طبقہ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو نکھاریں اور دستیاب شدہ مواقع کو بروئے کار لانے میں پہل کریں۔

اسی جذبے اور حدف کو ساتھ لے کر اسلامی یونیورسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی نے ستمبر ۲۰۲۱ءمیں مرکز برائے جدت اور خودکار کاروبار کی ترقی (CIED) کی بنیاد ڈالی، جس کا مقصد نوجوانوں میں جدت اور خودکار کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ضروری ماحول فراہم کرنا ہے۔ مرکز اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کسی بھی خطے کی اقتصادی بہبودی بہت حد تک وہاں کے خودکار کاروباری نظام اور اسے میسّر حکومتی سرپرستی پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر خودکار کاروباری نظام مضبوط بنیادوں پر استوار ہو، تو یہ تجارت کی ترقی میں کلیدی رول ادا کرتی ہے جو بعد ازاں سماج میں مثبت تبدیلی کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔ خودکار کاروباری نظام کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ نئے تجارتی یونٹ (start-ups) قائم کرنا ہے اور اس کے ذریعے ملک کو درآمدات کے ضمن میں دوسرے اہم ممالک کی صف میں کھڑا کرنا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس انٹرپرنیورشپ کو ہمیشہ جدید اصولوں سے تقویت پہنچائی جائے تاکہ نئے نئے منصوبے سوچیں جاسکے۔ یہی منصوبے آگے چل کر مصنوعات اور خدمات کی صورت عملی دنیا میں جنم لیتے ہیں جن کا استعمال تجارتی مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے اور یوں ایک خود مختار سماج کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے۔ ہمارے اس مرکز CIED کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ نوجوانوں میں جدید خیالات اور خودکار کاروباری نظام کے متعلق ذہن سازی کی جائے کیونکہ جموں وکشمیر فی الوقت بے روزگاری کی شدید مشکلات سے دوچار ہے۔ لہٰذا اس مرکز کی حتی المقدور کوشش یہ ہے کہ ہمارے نوجوان طلباء خودکار کاروباری نظام کے بنیادی قواعد اور تقاضوں سے واقفیت حاصل کریں تاکہ عملی دنیا میں جاتے وقت وہ کسی بھی طرح کی کم ہمّتی اور احساس کمتری کے شکار نہ ہونے پائیں۔

اسلامک یونیورسٹی کا مرکز برائے جدت اور خود کار کاروبار چھ شعبوں پر مشتمل ہے، جو کو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) Skill and Capacity Development
ہنر مندی اور صلاحیت کی ترقی سیل

(۲) Entrepreneurship Development Cell
انٹر پرینیور شپ ڈویلپمنٹ سیل (ای ڈی سی)

(۳) Technological Business Incubator
ٹیکنالوجیکل بزنس انکیو بیٹر سیل (ٹی بی آئی سی-

(۴) Centre for Excellence in Disruptive Technologies
سینٹر فار ایکسیلنس (سی او ای)

(۵) (Design Innovation Centre DIC)
ڈیزائن اختراعی مرکز (ڈی آئی سی)

(۶) Women's Entrepreneurship Development Cell
خواتین کا انٹر پرینیور شپ ڈویلپمنٹ سیل

(۷) (Intellectual Property Rights (IPR
دانشورانہ ملکیت کے حقوق

مرکز کا مقصد نوجوانوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے ضروری ماحول اور رہنمائی فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ روزگار کے متلاشی ہونے کے بجائے روزگار فراہم کرنے والے بن جائیں۔ اس کے علاوہ مرکز کی کوشش رہے گی کہ طلباء کے اندر سماج کے تئیں ایک گہرا شعور پیدا ہو تاکہ وہ ایک بہتر شہری ہونے کا ثبوت دے سکیں۔ اس کے لئے مرکز طلباء میں تنقیدی صلاحیتیں پیدا کرنے کی خاطر ہر ممکن کوشش کررہی ہے۔ مرکز کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اسلامک یونیورسٹی Atal ranking institutions میں اپنی جگہ بناسکی اور Band Performer Category کے تحت آٹھواں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ فی الوقت جموں وکشمیر میں کام کررہے مراکز میں CIED کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے پاس سابقہ طلبہ پر مشتمل ایسی ایسوسیشن موجود ہے جو خودکار کاروبار کرنے کی ترغیب مرکز سے ہی حاصل کرچکے ہیں۔ مذکورہ ایسوسیشن قریب پیسٹھ افراد پر مشتمل ہے۔ CIED جن محازوں پر سب سے زیادہ توجہ مرکوز کررہی ہے، ان میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

(۱) Food technology

(۲) Agri-Business (زعفران، دھان، سیب، خشک میوہ جات وغیرہ)

(۳) IOT-Machine Learning (ML)- Artificial Learning (AI)-Cloud technologies

(۴) Medicinal Plants

(۵) Manufacturing

(۶) Service Sector

(۷) Handicraft

CIED کی نمایاں کامیابیاں:

(۱) ARIIA کی درجہ بندی میں Bank Performer Category کے تحت آٹھواں مقام

(۲) Confederation of Indian Idustries کی رکنیت

(۳) IIT-Ropar کے SPOKE Centre کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت (MOU)

(۴) IIT-Ropar کے Awad Project کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت

(۵) a کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت

(۶) Industrial Association Lassipora جو کہ پانچ سو صنعتی علاقوں پر مشتمل ہے، کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت

(۷) گورنمنٹ زنانہ ڈگری کالج پلوامہ کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت

(۸) سحر عطر کی کامیابی کا سفر

(۹) Sunshine washing centre

(۱۰) CIED کی طرف سے سب سے زیادہ یعنی بتیس ۳۲

Entrepreneurship Camps کاانعقاد۔

اس سب کے علاوہ مرکز وقتاً فوقتاً مختلف افراد اور جماعتوں کو دعوت دیتی رہتی ہے کہ وہ اپنے تخلیقی منصوبوں کو ہم تک پہنچائیں تاکہ موزوں منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مرکز ضروری مالی امداد فراہم کرسکے۔ گزشتہ سال مرکز کو قریب سوا سی پیشکشیں موصول ہوئی ہیں۔ ان پیشکشوں کو جانچنے کے بعد سب سے موزوں تجاویز کو مرکز کی طرف سے ضروری مدد فراہم کی جائے گی۔ اس ضمن میں مزید معلومات مرکز کے ویب پیج www.iust.ac.in سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اداریہ:

'ناد' مرکز ی زیر انتظام جموں و کشمیر کا پہلا کمیونٹی اخبار ہے جسے اسلامک یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی نے سماج کے مختلف طبقوں کو اکٹھا کرنےاور علمی مراکز، لوگوں اور انتظامیہ کے درمیان دوری کو ختم کرنے کے مقصد سے شائع کیا ہے ۔ یہ اخبار یونیورسٹی کے DPPC (Documentation, Printing and Publication Centre) کے ذریعے شائع کیا جا رہاہے جو یونیورسٹی آوٹ ریچ پروگرام کے تحت آنے والے عوامل میں سے ایک ہے۔ اسلامک یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی ملک کی پہلی یونیورسٹی ہے جس میں ڈین آؤٹ ریچ کی پوزیشن ہے جو مقامی کمیونٹی کے ساتھ جڑنے کے لئے وقف ہے۔

اخبار کا عنوان 'ناد' ایک کشمیر ی لفظ ہے جس کے معنی ہیں 'ایک پکار' ،کیونکہ اس اخبار کا مقصد لوگوں کو ترقی کے لیے 'پکارنا' یعنی 'بلانا' ہے۔ اخبار میں شائع ہونے والے مضامین کو کمیونٹی سے مطابقت کی بنیاد پر شمارے میں لایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس اخبار کی مرکزی زبان اردو ہے کیونکہ اردو زبان کشمیر میں بولی اور پڑھی جانے والی زبانوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے اور کشمیر کی اہم سرکاری زبانوں میں بھی یہ ایک ہے ۔ تاہم اس اخبار میں دوسری زبانوں میں بھی اضافی شمارے شائع ہواکریں گے۔

اخبار سماجی بہبود کے مسائل کو خاص اہمیت فراہم کرے گا جن میں صحت سے آگاہی، تعلیم، سائنس برائے معاشرہ، ڈیزاسٹر مینجمنٹ، ثقافت اور کشمیر کی روایات، دیہی ترقی، کاروباری ترقی، ماحولیات اور حیاتیاتی تنوع شامل ہوں گے۔ اخبار کا ہیلتھ سیکشن صحت کے مسائل کے بارے میں آگاہی اور معلومات فراہم کرے گا۔ کورونا وبا کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ صفحہ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

تعلیم سے متعلق سیکشن اہم تعلیمی امور کے لئے وقف کیا جائے گا جس میں تعلیمی نظام، خواتین کی تعلیم، تعلیم بالغان، تعلیمی پالیسیوں وغیرہ پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔ اس شمارے میں مقامی زبانوں کے فروغ میں قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ کے کردار پر بات ہو رہی ہے۔ سائنس فار سوسائٹی کے صفحے میں سائنسی ایجادات، اختراعات پر روشنی ڈالی جائے گی جو قومی اور بین الاقوامی سطح پر کی گئی ہیں اور مقامی طور پر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ جموں و کشمیر کو مختلف اقسام کی قدرتی آفات کا خطرہ ہے۔یہ اخبار ڈیزاسٹر مینجمنٹ کے لئے بھی ایک سیکشن وقف کرے گا، جو قدرتی آفات کے منظر نامے کا جائزہ فراہم کرے گا، کشمیر میں قدرتی آفات کی تاریخ کو سمجھنے کےعلاوہ اخبار قدرتی آفات کے خطرات کو کم کرنے کے اقدامات کے بارے میں بھی لوگوں کو آگاہ کرےگا۔ کشمیر کی ثقافت اور روایات پر مشتمل صفحہ کشمیر کی روایات، ثقافت، ورثے اور دیگر متعلقہ مسائل کو اجاگر کرے گا۔ دیہی تشخیص/ دیہی ترقی سے متعلق سیکشن دیہی ترقی سے متعلق مسائل کی نشاندہی کرے گا اور ان پر تبادلہ خیال کرے گا۔ گراس روٹ اختراعات/ ٹیکنالوجی فورسوسائٹی سیکشن میں بنیادی اختراعات اور اس ٹیکنالوجی کو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اس پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

دیکھا جاتا ہے کہ اکیڈمیا، حکومت، لوگوں اور صنعت کے درمیان لاتعلقی ہے۔ یہ ایک معاشرے کے اہم اسٹیک ہولڈرز ہیں اور انہیں مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ ان اسٹیک ہولڈروں کے درمیان مواصلاتی خلیج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس اخبار کی اشاعت بھی اس سمت میں ایک کوشش ہے۔ چونکہ کشمیر میں کوئی اور کمیونٹی میڈیا دستیاب نہیں ہے، اس لئے 'ناد' اس معلوماتی خلا کو پر کرے گا۔ ہمیں امید ہے کہ یہ اخبار اس ہدف کو پورا کرے گا جس کے لیے اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ یہ ایک آغاز ہے اور ہمارا مقصد ہر شمارے کے ساتھ بہتر ی لانا ہے. اس لئے ہم اخبار کے بارے میں آپ کی آراء جاننا چاہتے ہیں۔ براہ کرم ہمیں naad@iust.ac.in پر بلا جھجھک لکھیں۔

معاشرے کی ترقی: اصول وضوابط

ڈاکٹر علی محمد بھٹ

معاشرے کی ترقی کا انحصار اُن کی اجتماعی سوچ پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کی اجتماعی سوچ، تخلیقی اور ذہنی ارتقاء اور صلاحیتوں پر منحصر ہے تو وہ معاشرہ اپنا ہدف آسانی سے حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن اگر قوم تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہے اور عالم غیرت سے نا آشنا ہے تو اُس وقت قوم کو آگے لینے کے لئے اُس مخصوص طبقے کی ذمہ داری ہے جو پڑھے لکھے ہیں اور تحقیقی ذہن کے حامل ہیں۔ اس لئے سوچ وہ ہوتی ہے جو جامد یا زنگ آلود نہ ہو، بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیوں کو قبول کرنے کا نام سوچ ہے۔ ہر سماج میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور اُن میں سے بھی بہت کم ہی معاشرے کی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے کھلی سوچ، تخلیقی صلاحیتیں اور علم کی فراوانی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور علم کی آخری سرحد تک آج تک کسی کو رسائی حاصل ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے اس لئے تحقیق ہی واحد راستہ ہے جو انسانی معاشرے کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کے لئے کام آتا ہے۔

علم کے دروازے زمانے کے ساتھ ساتھ ہی کھلتے ہیں اور علم دانشگاہ سے ہمیشہ کن فیکون کی صدا اٹھتی ہے۔ علم کی کوئی سرحد ہے نہ ہی علم کسی درسگاہ یا نصاب کا مرہون منت ہے۔ علم مشرقی ہے نہ مغربی۔ علم کی ابتدا و انتہا اس پاک ذات سے ہے جس نے توازن کے ساتھ یہ ساری کائنات تخلیق فرمائی ہے اور اس کائنات کا پالنہار بھی وہی ہے۔ قوموں کے اوپر بہت سے مصائب آن پڑتے ہیں مگر اُن کی صلاحیت اُن ہی حالات میں نکھار پاتی ہے۔

جدید چین کے بانی ماوزے تنگ سے سوال کیا گیا کہ قومیں کیسے ترقی کرتی ہیں؟ ماوزے نے جواب دیا کہ قومیں بحرانوں، مصیبتوں آفتوں اور پریشانیوں میں ترقی کرتی ہیں! سوال کیا گیا: کیسے؟ ماوزے نے جواب دیا قوموں کو عام حالات میں اپنی صلاحیتوں کا ادراک اس طرح نہیں ہو پاتا جتنا مصائب و پریشانیوں میں ہوتا ہے مصائب اور پریشانیاں قوموں کو ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ادراک بخشتی ہیں اور قومیں اپنی کوتاہیوں پر قابو پاکر ترقی کی شاہراہ پر چل پڑتی ہیں اور جو قومیں بحرانوں سے نہیں سیکھتی اور اپنی غلطی کو دہرائے چلی جاتی ہیں وہ ترقی نہیں کرسکتیں!

اب یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہو گا کہ اس قوم نے جن مصائب کا سامنہ کیا وہ کسی کی آنکھ سے او جھل نہیں ہیں۔ اس لئے اِن حالات میں سب سے زیادہ نقصان دیہاتوں کو ہوا ہے اس لئے ایک ایسے میکنزم کی ضرورت ہے جو دیہاتی علاقوں کی ترقی کا ضامن ہو اور ہر دیہاتی اپنی پہچان آپ بن سکے۔

اس کے لئے میں مندرجہ ذیل نقطوں کو گوش گزار کرانا ضروری سمجھتا ہوں:

۱۔ دیہاتی ترقی کے لئے پڑے لکھے لوگوں کو آگے بڑھانے کے لئے ایمان دار اور باصلاحیت لوگوں کا انتخاب ضروری ہے جو دن دوگنی اور رات چوگنی کرکے ہر اسکول کا جائزہ لیتے رہیں اور بعد ازاں ان منتخب شدہ لوگوں کو ہفتہ وار باقائدہ طور پر جوابدہی ضروری ہے اس کے لئے دیہی علاقوں میں تمام پڑھے لوگوں کے مسائل کو پہلے حل کرنا اشد ضروری ہے اِن لوگوں کو سرکاری اور نجی نوکریوں کے لئے تیار کرنا اشد غروری ہے اس کے لئے چھوٹے چھوٹے کاروباری یونٹس کے لئے فنڈس مہیا کروانے ہیں پھر اُن کے پروڈکٹس کو مارکیٹ میں صحیح قیمت پر فراخت کرکے اُن کے ترقی میں مدد ہو سکتی ہے ۔ دیہی ترقی میں انصاف کا کردار ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے دیہاتوں میں جو کام انصاف کے ساتھ کام کیا جائے اُس کے دور رس نتائج ضرور اپنا رنگ لایں گے۔ جہاں تک میں سوچتا ہوں ہر قسم کی رجعت پسندی اور ناانصافی فساد کو جنم دیتی ہے اور یہ ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہی نہیں بلکہ ساری رکاوٹوں کی ماں ہے۔ اگر انصاف بغیر کسی غرض و مفاد کے قائم کیا جائے تو دیہاتوں میں نکلنے والی پیداوار اُن کی ترقی کے لئے ایک بہت بڑا کردار ادا کرسکتی ہے لیکن دیکھا یہ گیا کہ دیہات سے نکلنے والی ہر شئے کم قیمت پر خریدی جاتی ہے جو اُن کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جب تک انصاف قائم نہ کیا جائے دیہی ترقی میں رکاوٹیں حائل ہو کر رہیں گی۔

۲۔ یہ تو طے شدہ حقیقت ہے کہ اقوام کی ترقی کا راز فقط اخلاقی تعلیم میں پوشیدہ ہے دیہاتی زندگی میں ماڈرن عورت کی ضرورت نہیں بلکہ ایک بااخلاق اور شرم وحیا سے پیکر عورت اپنا لوہا منوا سکتی ہے کیونکہ ترقی یافتہ قومیں اخلاقی تعلیم یافتہ ماؤں کی گود میں پرورش پاتی ہیں۔ یہ حقیقت مسلم ہے کہ قوم کا عظیم سرمایہ اخلاقی تعلیم سے آراستہ عورت کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اقبال نے کہا تھا۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

افراد اور فرد کہہ کر اقبال نے مرد اور عورت دونوں کو اقوام کے مقدر کا ستارہ قرار دیا ہے اس لئے یہ کہنا حق بجانب ہو گا دیہاتوں کی کوک میں پیغمبروں نے فصاحت اور بلاعنت حاصل کی ہے اس لئے قومی ترقی کے لئے دیہاتوں سے نکلنے والی ہر چیز کو نکھارنے کے لئے انصاف پر مبنی اور بھر حق تعلیم اور کسبی یعنی پیشہ وارانہ تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے ہندوستان مین مختلف قسم کے کمشنز گاوں کی ترقی کے لئے قائم کئے گئے انھوں نے اپنی گذارشات بھی سرکار کے حوالے کی مگر بعد میں کوئی حکمت عملی بروئے کار نہیں لائی گئ اور وہ گذارشات سرکاری الماریوں کی زینت بن گئیں۔

۳۔ مزید برآں یہ کہ رسم ورواج، ذات پات، رنگ و نسل، حسب ونسب، جنس واصناف ہر ایک فرق کو مسترد کرکے اس مسئلے کو اپنا مشن بنانا ضروری ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کسی فلسفی نے صحیح کہا: حاشیے پر رہنے کی بجائے سطور میں داخل ہو جایئے، شاخوں پر اکتفا کرنے کے بجائے جڑیں پکڑئے پھر دیکھیے کامیابی قدم چومے گی۔ بصورت دیگر ماوزے کا وہی قول صادق آتا ہے: 'جو قومیں بحرانوں سے نہیں سیکھتی اور اپنی غلطی کو دہرائے چلی جاتی ہیں وہ ترقی نہیں کرسکتیں۔

ساہی - قوتِ سماعت سے محروم افراد کے لئے ایک معاون آلہ

جواز احمد

سائنس اور سوسائٹی ہمیشہ سے ربط باہم رہے ہیں اور IUST نے ہمیشہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے کئی ایسے آلے تیار کیے ہیں جو مختلف طور پر معذور افراد کو راحت دے سکتے ہیں۔ اسلامک یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی کے ڈیزائن انوویشن سنٹر کی طرف سے تیار کردہ ایسا ہی ایک گیجٹ SAAHI (Situational Awareness & Alarming System for the Hearing Impaired) ہے جو کہ قوتِ سماعت سے محروم افراد کے لئے حالات کی آگاہی اور ہوشیاری کا ایک نظام ہے۔

مکمل طور پر بہرے لوگ سماعت کے آلات استعمال نہیں کر سکتے اور اس لیے گردوپیش موجود آوازوں کو کبھی محسوس نہیں کر سکتے۔ آلۂ سماعت اکا اطلاق متوسط سماعت کی کمزوری کے حامل افراد تک محدود ہے۔ مکمل سماعت سے محروم افراد کا مسئلہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی ایمرجنسی ہوتی ہے تو وہ کم سے کم آگاہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا، انہیں بلایا جانا چاہئے یا کسی اور طریقے سے انہیں خطرے سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔ یہ ایک سنگین تشویش ہے، کیونکہ یہ نہ صرف انہیں ان کے گردو نواح سے دور کر دیتا ہے بلکہ کسی قریب الوقوع خطرے کی صورت میں ایک اندیشہ بھی لاحق ہوتا ہے جس کا وہ اندازہ نہیں لگا سکتے، مثلاً مصروف سڑک پر چلنا، یا کسی تعمیراتی جگہ پر ہونا وغیرہ۔ ساہی کا خیال کچھ B.Tech طلباء کے ذہن میں آیا تھا جن کے نام عادل، دانش، سہیل اور وقار ہیں، جنہیں بعد میں یونیورسٹی نے فنڈ فراہم کیے تھے۔ ۲۰۱۶ میں، ڈی آئی سی کی ٹیم نے زیبا آپا اسکول آف انکلوسیو ایجوکیشن (خصوصی طور پر معذور طلباء کے لیے اسکول) کا دورہ کیا تاکہ انہیں درپیش مسائل کا جائزہ لیا جاسکے۔ طلباء اور ان کے اساتذہ کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد، ٹیم نے مشاہدہ کیا کہ مکمل طور پر بہرے لوگ سماعت کے آلات استعمال نہیں کر سکتے، اور اس وجہ سے وہ ان کے آس پاس کے علاقوں میں ہونے والے واقعات سے بے خبر رہتے ہیں۔

ٹیم نے ایک ایسا بینڈ تیار کرنے کا حل نکالا جو متغیر بلندی والی ماحولیاتی آوازوں کو محسوس کر سکے اور صارف کو اہتزازی و احساسی (Vibro-tactile) فیڈ بیک فراہم کر سکے۔ ساہی کو مکمل طور پر بہرے افراد اپنے ماحول سے باخبر رہنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ بینڈ میں موجود سرکیٹری کو اتنا چھوٹا رکھا گیا کہ صارف کی کلائی پر موافق طور پر باندھا جا سکے۔ بینڈ اپنے آزمائشی مرحلے میں ہے اور اس پر مزید کام جاری ہے۔ سندِ حقِ ایجاد کے لیے پیٹنٹ انڈیا کے دفتر میں زیر نمبر ۲۰۱۹۱۱۰۱۹۸۳۴ درخواست دائر کی گئی ہے۔ اس آلے کا پیٹنٹ ۱۴ جنوری ۲۰۲۲ کو شائع ہوا ہے۔

ڈی آئی سی کی جانب سے تیار کردہ ساہی کے ابتدائی نمونے کی قوتِ سماعت سے محروم افراد پر جانچ

ساہی بینڈ

تہذیب اور تعمیر۔۔۔ ایک مشترک اثاثہ

شہزانہ اندرابی

تہذیب، جوکہ مختلف غیر محسوس عناصر کا مرکب ہوتی ہے، اپنا اظہار مختلف صورتوں میں کرتی ہے۔ کئی طرح کے اثرات آپس میں مل کر ایک طرح کا زاویہ قائم کرتے ہے جو سماج کیلئے ایک طرح کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ہمارا کشمیری سماج بھی اپنی تہذیب کا اظہار مختلف صورتوں میں کرتا ہے، جس کی نمائندگی ہماری دستکاری، پوشاک اور زبان کے ذریعے ہوتی ہے۔ لیکن کہا جاسکتا ہے کہ ان سب میں سے ہمارا تعمیراتی اثاثہ (architecture) ایسا ہے جس میں کہ ہماری تہذیبی شناخت کا سب سے واضح اور روشن اظہار ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہم نے اپنے تعمیراتی ورثے کو بخوبی محفوظ رکھا ہے لہٰذا یہ بات اس حقیقت کی غماز ہے کہ بحیثیت سماج کے بھی ہم آپس میں اتنے ہی مربوط ہے جتنا کہ ہمارا تعمیراتی ورثہ۔ جیسا کہ معروف شاعر آغا شاہد علی فرماگئے ہیں: ”مندر اور مسجد کا عکس، دونوں جھیل کے آئینے میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے نظر آتے ہیں“۔ نا صرف مندر اور مساجد، بلکہ بودھ مت کی خانقاہیں اور اسٹوپا کا بھی اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بھی اینٹ، پتھر اور لکڑی کی صورت میں ہماری یگانگی پر مبنی تاریخ کی زندہ و جاوید مثال ہیں۔

اس سب کے باوجود تہذیب ایک حرکت پذیر طاقت ہے، جو مختلف عناصر کے ساتھ میل جول کے ذریعے ہر دم تبدیلی سے گزرتی رہتی ہے۔ خاص کر کہ تب جب ہر ایک چیز تک ہماری رسائی اب محض سکرین پر انگلیاں دبانے کی محتاج

رہ گئی ہیں۔ چونکہ ہم اپنے تعمیراتی ورثے کو تہذیبی زاوئے نگاہ سے پرکھ رہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بات کی جانب بھی اپنی توجہ مبذول کریں کہ تہذیبوں میں رونما مختلف تبدیلیاں کس طرح تعمیری محاسن پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ ماضی بعید میں کشمیر کے تعمیراتی نظام میں کچھ اس طرح کی نقش نگاری اور سامان استعمال ہوتا تھا جو کہ عمارت کو زلزلے کے جھٹکوں سے محفوظ رکھنے کے قابل ہوں، ایسا اس لئے کیونکہ کشمیر کا خطہ سزمک زون ۵ میں شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا تعمیراتی ڈھانچہ کافی حدتک ڈھیلا ہوتا تھا تاکہ جھٹکوں کے بعد یہ بہ آسانی اپنی جگہ واپس لے سکے۔ اگر اسے کشمیر کی سماجیات سے تشبیہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں پر بھی مختلف قومیں آپس میں اسی طرح جڑی ہوئی تھیں جیسے کہ عمارت کے مختلف اجزاء۔ جیسے کہ اینٹ اور پتھر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ اس باہمی مضبوط جوڑ کی وجہ سے کشمیر کا سماج ایک ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گیا تھا جس کو منافرت کے جھٹکے کبھی بھی گرانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔

کشمیری سماج اگر آج بھی چاہے تو وہ اپنے تعمیری ڈھانچوں میں آج بھی اپنے اقدار کی عکاسی دیکھ سکتا ہے۔ ہاں لیکن یہ ایک عمومی تجزیے کی بات ہے۔ جبکہ اس وقت ہم اپنے چاروں طرف مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو نئے تعمیری ڈھانچے قائم کئے جارہے ہیں، اُن میں اب ہر طرح کا نیا ساز و سامان استعمال کیا جارہا ہے۔ کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ مٹی اور لکڑی سے سیمنٹ اور لوہے کی طرف ہجرت دراصل رشتوں کی گرماہٹ سے علیحدگی پسندی کی طرف رجوع کی عکاسی کرتی ہے؟ کیا یہ ایک اجتماعی تصورِ زندگی سے نکل کر ایک انفرادیت پر مبنی طرزِ زندگی کا سفر ہے؟ چونکہ سیمنٹ ایک ٹھوس چیز ہے، یہ جھٹکے کھا کر اُکھڑ جائے گی، واپس اپنی جگہ لینا اس کے لئے ممکن نہیں۔ کیا یہ اس سخت مزاجی کی عکاسی نہیں کرتی جو مرورِ ایام کے ساتھ ہم نے اپنی زندگی میں اختیار کرلی ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کے لئے میں قارئین کو بھی زحمت دوں گا کہ وہ بھی بساط بھر کوشش کریں اور پتہ لگائیں کہ کیا اب ایسا ممکن ہے کہ ہم اپنی قدیم طرز زندگی کو واپس بحال کرسکیں؟

ماں کا دودھ : بچے کے لیے اکسیر

محترمہ عصمت پروین/ محترمہ ریسا یوسف

ماں کا دودھ ایک بہترین تحفہ ہے جو ایک ماں اپنے بچے کو دے سکتی ہے۔ باقی تمام ستنداریوں کی طرح، انسانوں کے پاس اپنے شیر خوار بچوں کو دوسرے ذرائع سے کھانے کے لیے تیار ہونے سے پہلے دودھ پلانے کے مقصد کے لیے میمری غدود ہوتے ہیں۔ ماں کا دودھ بچوں کے لیے سب سے محفوظ، کفایتی اور حفاظتی خوراک ہے۔ یہ نوزائیدہ بچوں کے لیے بہترین خوراک ہے۔ یہ محفوظ وصاف ہے اور اس میں اینٹی باڈیز ہوتی ہیں جو بچپن کی بہت سی عام بیماریوں سے بچانے میں مدد کرتی ہیں۔ ماں کا دودھ وہ تمام توانائی اور غذائی اجزاء فراہم کرتا ہے جس کی شیر خوار بچے کو زندگی کے پہلے مہینوں میں ضرورت ہوتی ہے، اور یہ پہلے سال کے دوسرے نصف حصّے کے دوران بچے کی غذائی ضروریات کا نصف یا اس سے زیادہ اور دوسرے سال کے دوران ایک تہائی تک فراہم کرتا رہتا ہے۔ زندگی کے پہلے سال زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لیے دودھ پلانا خصوصی ہونا چاہیے (صرف ماں کا دودھ اور اگر تجویز کیا گیا ہو تو ماں کے دودھ کے علاوہ وٹامن کے قطروں کے بغیر کچھ نہیں)۔ پیدائش کے آدھے گھنٹے کے اندر دودھ پلانا شروع کیا جائے اور پیدائش کے بعد پہلے چھ ماہ تک جاری رکھا جائے، اس مرحلے کے دوران اضافی خوراک یا سیال کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ماں کا دودھ بچے کی تندرستی اور نشوونما کے لیے مکمل غذائیت رکھتا ہے۔ دودھ پلانے کی ابتدائی شروعات نوزائیدہ کو انفیکشن سے محفوظ رکھتی ہے اور اس میں ۱ سے ۵ ماہ کے بچوں میں شرح اموات کو کم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ وسائل سے محروم ممالک میں پانچ ماہ سے کم عمر کی اموات کی ایک قابل ذکر تعداد کو ۹۰ فیصد کوریج کے حصول کے ذریعے ۶ ماہ تک خصوصی دودھ پلانے سے روکا جا سکتا ہے۔ دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ ۶ سے ۲۴ ماہ کی عمر کے بچوں میں بڑھاؤ اور نشوونما کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ اضافی خوراک دی جانی چاہیے۔ ۶-۲۴ ماہ کی زندگی کے درمیان دیگر کھانے کے ساتھ ساتھ دودھ پلانا اعلیٰ معیار کے پروٹین، توانائی اور دیگر غذائی اجزاء جیسے وٹامن A اور C کا ایک اہم اور محفوظ ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ غذائیت کی کمی اور بیماری کو روکنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ غذائی قلّت اور وٹامن کی کمی کو روکنے کے لیے ۲ سال کی عمر تک ماں کا دودھ پلاتے رہنا چاہیے۔

ماں کے دودھ کی غذائی ترکیب:

ماں کے دودھ میں تمام میکرو نیوٹرینٹس (کاربوہائیڈریٹس، پروٹین اور چکنائی)، وٹامنز اور منرلز جیسے مائیکرو نیوٹرینٹس، اور صحت مند بچے کی زندگی کے پہلے ۶ ماہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی پانی ہوتا ہے۔ غذائی اجزاء کے علاوہ، ماں کا دودھ مختلف قسم کے حیاتیاتی عوامل فراہم کرتا ہے جو بچے کو انفیکشن سے بچاتے ہیں۔ ماں کا دودھ 6-24 ماہ کی عمر کے بچوں میں توانائی اور غذائی اجزاء کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ یہ 6-12 ماہ کے درمیان بچے کی توانائی کی ضروریات کا نصف یا زیادہ، اور 12-24 ماہ کے درمیان توانائی کی ضروریات کا ایک تہائی حصہ فراہم کر سکتا ہے۔ چھاتی کا دودھ بیماری کے دوران توانائی اور غذائی اجزاء کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے، اور غذائی قلّت کے شکار بچوں میں اموات کو کم کرتا ہے۔ اس میں کئی اینٹی باڈیز اور انزائمز ہوتے ہیں جو بچے کو بڑے ہو کر بیماریوں کے خلاف مزاحمت کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ہاضمے میں مشکلات کے پیش نظر چھ ماہ سے کم عمر بچوں کے لیے گائے کا دودھ تجویز نہیں کیا جاتا۔ مزید برآں، اس میں آئرن اور وٹامن E کی مناسب مقدار نہیں ہوتی۔ تاہم گائے کا دودھ اب تک دنیا میں دودھ کی سب سے زیادہ استعمال ہونے والی شکل ہے۔

ماں کے دودھ کے بدلتے ہوئے اجزائے ترکیبی:

ماں کے دودھ کی ترکیب ہمیشہ ایک جیسی نہیں ہوتی۔ یہ بچے کی عمر کے مطابق، اور فیڈ کے شروع سے آخر تک مختلف ہوتی ہے۔ یہ فیڈز کے درمیان بھی مختلف ہوتا ہے، اور دن کے مختلف اوقات میں مختلف ہو سکتا ہے۔

کولسٹرم: پیدائش کے بعد پہلے چند دنوں کے دوران پیدا ہونے والے دودھ کو کولسٹرم کہا جاتا ہے، جو ایک خاص، گاڑھا، چپچپا، چمکدار لیموں کے رنگ کا سیال ہوتا ہے۔ یہ زندگی کے پہلے 3-4 دنوں کے لیے تھوڑی مقدار میں خارج ہوتا ہے۔ یہ نوزائیدہ بچے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ نوزائیدہ بچوں کے لیے پہلے حفاظتی ٹیکوں کے طور پر سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ انفیکشن مخالف عوامل سے بھر پور ہوتا ہے جو بچے کو اسہال، سانس اور دیگر انفیکشن سے بچانے میں مدد کرتا ہے۔ اس سے بچے کو الرجی پیدا ہونے اور دیگر کھانوں سے عدم برداشت کو روکنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ بچے کی آنت کو صاف کرنے میں بھی مدد کرتا ہے جو کہ نوزائیدہ میں یرقان کو روکنے کے لیے اہم ہے۔ یہ وٹامن اے سے بھی بھرپور ہے۔ اس کے بعد عبوری دودھ آتا ہے جو لیکٹوز، چکنائی، توانائی، پانی میں حل ہونے والے وٹامنز اور امیونوگلوبلینز، پروٹین، وٹامن اے اور وٹامن ای کی مقدار میں کمی کرتا ہے۔

بالغ دودھ: یہ عام طور پر ڈیلیوری کے ۱۰-۱۲ دن بعد خارج ہوتا ہے۔ یہ بڑی مقدار میں بنتا ہے اور چھاتیاں بھری ہوئی، سخت اور بھاری محسوس ہوتی ہیں۔

اگلا دودھ: یہ نیلے رنگ کا دودھ ہے جو فیڈ میں جلد پیدا ہوتا ہے۔ یہ بڑی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور یہ کافی مقدار میں پروٹین، لیکٹوز اور دیگر غذائی اجزاء فراہم کرتا ہے۔

ہندی دودھ: یہ سفید دودھ ہے جو بعد میں فیڈ میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں دودھ کی نسبت زیادہ چکنائی ہوتی ہے۔ یہ بچے کو توانائی فراہم کرتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ بچے کو چھاتی سے جلدی نہ اتاریں اور تب تک رہنے دیں جب تک کہ وہ خود ہی نہ چھوڑ دے۔

دودھ پلانے کے فوائد:

خصوصی دودھ پلانا شاید سب سے صحت مند انتخاب ہے جو ایک ماں اپنے نوزائیدہ بچے کے لیے کر سکتی ہے۔ یہ بچے کی زندگی بھر کی صحت کے لیے ضروری ہے، اور صحت کی سہولیات، خاندانوں اور حکومتوں کے اخراجات کو کم کرتا ہے۔ بچے، ماں اور کمیونٹی کے لیے دودھ پلانے کے درجہ ذیل فوائد ہیں:

- ماں کا دودھ بچے کو آسانی سے ہضم ہوتا ہے۔
- ماں کا دودھ صاف، محفوظ اور کفایتی ہے۔
- ماں کے دودھ میں کافی پانی ہوتا ہے جو کہ بہت خشک اور گرم موسم کے لیے بھی کافی ہوتا ہے۔
- ماں کے دودھ میں اینٹی باڈیز اور دیگر عوامل ہوتے ہیں جو بچے کو اسہال اور دیگر انفیکشن سے بچاتے ہیں۔
- دودھ پلانا ماں اور بچے کے درمیان قریبی رشتہ استوار کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔
- دودھ پلانے سے بچے کو زندگی کے پہلے 6 ماہ تک تمام ضروری غذائی اجزاء حاصل ہوتے ہیں، جس کے بعد یہ مناسب خاندانی کھانوں کے ساتھ بچے کی غذائیت کا ایک بڑا حصہ فراہم کرتا رہتا ہے۔ یہ 6 ماہ اور 12 ماہ کی عمر کے درمیان تقریباً نصف غذائی ضروریات، اور 12 سے 24 ماہ کی عمر کے درمیان ایک تہائی تک فراہم کرتا ہے۔
- یہ پیدائش کے بعد خون بہنے کو کم کرکے اور اس طرح خون کی کمی کو روک کر ماں کی مدد کرتا ہے۔
- دودھ پینے والے بچوں کو بعد کی زندگی میں ذیابیطس، دل کی بیماری، ایکزیما، دمہ، رھیوماٹائڈ آرتھرائٹس اور دیگر الرجک عوارض کا خطرہ کم ہوتا ہے۔
- دودھ پلانے سے دماغ کی نشوونما، بصری نشوونما اور بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- ماں اگر اپنے بچے کو پہلے 6 ماہ تک صرف دودھ پلاتی ہے تو اس کا مانع حمل اثر ہوتا ہے۔
- ماؤں کو چھاتی اور رحم کے کینسر کا خطرہ کم ہوتا ہے۔
- صحت کی دیکھ بھال کے اخراجات کے لحاظ سے دودھ پلانے کی لاگت کم ہوتی ہے کیونکہ دودھ پینے والے بچے کم بیمار ہوتے ہیں
- دودھ پلانے سے ماحول کی حفاظت ہوتی ہے۔

بریسٹ فیڈنگ کے لیے خصوصی نکات

دودھ پلانے کے لیے مدد، حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان وضع کردہ بنیادی اقدامات کے ساتھ ہم پوری دنیا میں دودھ پلانے کی شرح کو نمایاں طور پر بہتر بنا سکتے ہیں اور بچوں کو زندگی کا بہترین آغاز فراہم کر سکتے ہیں۔ دودھ پلانے کی مشاورت ماؤں کو ان کے انفرادی حالات اور انتخاب کا احترام کرتے ہوئے اعتماد پیدا کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔ مشاورت خواتین کو شیر خوار بچوں اور چھوٹے بچوں کو غیر ضروری مائعات، خوراک، اور ماں کے دودھ کے متبادل کی فراہمی جیسے چیلنجوں پر قابو پانے اور دودھ پلانے اور نگہداشت کے طریقوں کو روکنے کے لیے بااختیار بنا سکتی ہے جو زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے میں مداخلت کر سکتی ہیں۔

- بچے کی پیدائش کے ایک گھنٹے کے اندر دودھ پلانا شروع کر دینا چاہیے۔
- چھ ماہ کے لیے خصوصی دودھ پلانا بہتر ہے۔
- بچے کو صرف ماں کا دودھ دینا چاہیے اور کچھ نہیں، پانی بھی نہیں۔
- دودھ پلانا چاہیے جیسا کہ بچہ مانگتا ہے۔
- رات کو بھی ماں کا دودھ پلانا ممکن بنایا جائے۔ ساتھ سونے سے اس میں مدد مل سکتی ہے۔
- مصنوعی نپل استعمال نہ کرنے سے نپل کی الجھن سے بچنا چاہیے۔
- ماؤں کو چاہیے کہ وہ دودھ پلانے سے متعلق ممکنہ مسائل کے بارے میں پڑھیں اور جانیں۔
- طبّی عملے، دیکھ بھال کرنے والوں، اور ہسپتال کے حکام کو خصوصی دودھ پلانے کے فیصلے سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔
- بریسٹ فیڈنگ سپورٹ گروپس خصوصی بریسٹ فیڈنگ کے لیے بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

زلزلوں کے اثرات میں تخفیف کے لیے رہنما اصول : تیاری اور مستعدی لازمی

تصدق ہدایت

جیسا کہ گزشتہ شمارے میں زیر بحث آیا کہ وادی کے اکثر علاقے زلزلوں کے خطرے سے دوچار ہیں، اس لیے زلزلوں کے اثرات کو کم کرنے کے لیے تیار رہنا لازمی ہے۔ یہ مضمون اسی سمت میں ایک کوشش ہے جس میں نیشنل ڈیزاسٹر مینیجمنٹ اتھارٹی آف انڈیا کی جانب سے تجویز کردہ مندرجہ ذیل ہدایات تحریر کیے گئے ہیں:

زلزلے سے پہلے کیا کرنا چاہیے:

- اپنے مکانوں کی چھتوں اور بنیادوں میں پلاسٹر کی گہری دراڑوں کی مرمّت کریں۔ اگر ساختی نقائص کے آثار ہوں تو کسی ماہر سے مشورہ لیں۔
- بالائے سر لگنے والے پنکھوں اور بتیوں کے جوڑ مظبوتی سے پیوستہ کریں۔
- اپنے علاقوں کے تعمیراتی معیار کو مدِ نظر رکھ کر مناسب ضابطہ پر عمل کریں۔
- طاقوں کو دیواروں کے اندر مضبوطی سے پیوستہ کریں۔
- بڑی اور بھاری اشیاء کو نیچے والے طاقوں پر رکھیں۔
- ٹوٹنے کا خطرہ رکھنے والی اشیاء کو نیچے بنی ہوئی بند الماریوں میں رکھیں جن میں چٹخنی لگی ہوئی ہو۔
- بھاری اشیاء جیسے تصویریں اور آئینے اُن جگہوں سے دور ٹانگ دیں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں۔
- خراب برقی تاروں اور گیس کنکشن کی مرمت کروائیں۔ ان سے آگ کا احتمال رہتا ہے۔
- پانی کے ہیٹر اور گیس کے سلینڈر دیواروں کے ساتھ تسمہ باندھ کر یا فرش پر بولٹ لگا کر محفوظ کر لیں۔
- گھر کے اندر اور باہر محفوظ جگہوں کی نشاندہی کریں جیسے :
  ۱۔ مضبوط میز، پلنگ وغیرہ کے نیچے۔
  ۲۔ کسی اندرونی دیوار کی آڑ میں۔
  ۳۔ کھڑکیوں، آئینوں، تصویروں، کتابوں کی الماریوں جہاں سے کانچ ٹوٹ کے بکھر سکتا ہے اور ایسی جگہوں سے دور جہاں بھاری فرنیچر گر سکتا ہے۔
  ۴۔ کھلے میں عمارتوں، درختوں، ٹیلیفون اور بجلی کی تاروں، فلائی اووروں اور پُلوں سے دور۔
- ہنگامی ٹیلیفون نمبروں جیسے ڈاکٹروں، ہسپتالوں، پولیس وغیرہ کی جانکاری رکھیں۔
- اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو تربیت دیں۔

آفات کے وقت استعمال ہونے والے ہنگامی سامان تیار رکھیں :

- بیٹری سے چلنے والی ٹارچ اور ساتھ میں اضافی بیٹریاں
- بیٹری سے چلنے والے ریڈیو
- فرسٹ ایڈ کِٹ اور کتابچہ
- ہنگامی خوراک (خشک اشیاء) اور پانی (بند اور مہر شدہ)
- واٹر پروف ڈبے میں موم بتیاں اور ماچس
- چاقو
- کلورین کی گولیاں اور پِسے ہوئے واٹر پیوریفائر
- ضروری ادویات
- کچھ پیسے
- موٹی رسیاں اور ڈور
- مضبوط جوتے

ہنگامی مواصلاتی منصوبہ تیار کریں :

- اگر زلزلے کے دوران خاندان کے افراد ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں (جس کے قوی امکانات دن میں ہوتے ہیں جب گھر کے بڑے کام پر اور بچے اسکول میں ہوتے ہیں)، آفت کے بعد ایک دوسرے سے ملنے کے لئے منصوبہ تیار کریں۔
- اپنے کسی بیرون ریاست رہنے والے رشتہ دار یا دوست کو آفات کے دوران 'خاندانی رابطہ' کے طور پر کام کرنے کو کہیں۔ ایسے حالات میں لمبی دوری پر کال کرنا اکثر آسان ہوتا ہے۔ اس بات کو یقینی بنائیں کہ خاندان کا ہر فرد اُس شخص کے نام، پتے اور فون نمبر سے واقف ہو۔

اپنے سماج کے لوگوں کو آفات کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہونے میں مدد کریں :

- مقامی اخبار میں زلزلوں سے متعلق ہنگامی معلومات سے بھرپور ایک خصوصی مضمون شائع کریں۔ مقامی ہنگامی خدمات کے دفاتر اور ہسپتالوں کے فون نمبر شایع کرکے معلومات کو عام بنائیں۔
- ممکنہ خطرات کا پتہ لگائیں۔
- مقامی ہنگامی خدمات اور عہدیداروں کے ساتھ مل کے جسمانی طور ناخیز افراد کے لئے خصوصی رپورٹ تیار کریں کہ وہ زلزلے کے دوران کیا تدابیر اپنائیں۔
- گھر میں زلزلے کی مشقیں کرنے کے بارے میں تجاویز فراہم کریں۔
- اپنے سماج میں مل کر اپنے علم کا استعمال تعمیراتی ضابطوں، ترمیمی پروگراموں، خطرات کی کھوج اور آس پڑوس اور خاندانی ہنگامی منصوبوں میں کریں۔

زلزلے کے دوران کیا کرنا چاہیے :

زلزلے کے دوران ہر ممکن حد تک محفوظ رہیں۔ آگاہ رہیں کہ کچھ زلزلے دراصل پیشگی جھٹکے ہوتے ہیں اور اس سے بڑا زلزلہ رونما ہو سکتا ہے۔ اپنی نقل و حرکت کو کم سے کم ممکنہ حد تک محدود کریں جس سے آپ قریبی محفوظ جگہ پر پہنچ جائیں اور تب تک گھر کے اندر رہیں جب تک جھٹکے بند نہ ہو جائیں اور آپ کو یقین ہو کہ باہر نکلنا اب محفوظ ہے۔

اگر آپ گھر کے اندر ہوں تو :

- نیچے کی طرف جھک جائیں، مضبوط میز یا کسی اور فرنیچر کے نیچے خود کو ڈھانپیں اور تب تک وہی رہیں جب تک کہ جھٹکے ختم نا ہوں۔
- اگر آس پاس کوئی میز یا چوکی نہ ہو تو اپنے چہرے اور سر کو اپنے بازوؤں سے ڈھکیں اور عمارت کے کسی اندرونی کونے میں دب کے بیٹھ جائیں۔
- کسی اندرونی دروازے کے سردل کے نیچے، کمرے کے کونے، میز یا کسی پلنگ کے نیچے بیٹھ کر خود کو بچائیں۔
- کانچ، کھڑکیوں، بیرونی دروازوں اور دیواروں اور ہر اس چیز سے دور رہیں جو گر سکتی ہے (جیسے لٹکتے ہوئے برقی فانوس یا فرنیچر)۔
- اگر آپ زلزلے کے وقت بستر میں ہوں تو وہیں بنے رہیں اور تکیے سے اپنے سر کا بچاؤ کریں۔ اگر کسی چیز کے گرنے کا خطرہ ہو تو قریبی محفوظ جگہ پر چلے جائیں۔
- پناہ کے لئے ڈیوڑھی کا استعمال صرف اس صورت میں کریں جب وہ آپکے بہت قریب ہو اور آپ کو یقین ہو کہ یہ مضبوطی سے ٹکی ہوئی اور وزن برداشت کرنے والی ڈیوڑھی ہے۔
- تب تک اندر ہی رہیں جب تک زلزلے کے جھٹکے تھم نہ جائیں اور باہر جانا محفوظ نہ ہو۔
- آگاہ رہیں کہ بجلی جا سکتی ہے یا چھڑکنے والے نظام یا آگ سے چوکنّا کرنے والے الارم آن ہو سکتے ہیں۔

اگر آپ باہر ہوں تو :

- جہاں پہ آپ ہوں اُس جگہ سے نہ ہلیں۔ تاہم عمارتوں، درختوں، اسٹریٹ لائٹوں اور تاروں سے دور ہٹ جائیں۔
- اگر آپ کھلی جگہ میں ہیں تو تب تک وہی رہیں جب تک جھٹکے بند نہ ہوں۔ سب سے زیادہ خطرہ عمارتوں کے بالکل باہر، اخراج کے دروازوں اور بیرونی دیواروں کے پہلو میں رہتا ہے۔

اگر آپ چلتی ہوئی گاڑی میں ہوں تو :

- حفاظتی تدبیر کے تحت جتنی جلدی ہو سکے رُک جائیں اور گاڑی میں ہی رہیں۔ عمارتوں، درختوں، اوپر سے گزرنے والی سڑکوں اور تاروں کے قریب یا نیچے رکنے سے گریز کریں۔
- زلزلہ رک جانے کے بعد احتیاط سے آگے بڑھیں۔ ایسی سڑکوں، پُلوں اور ڈھلانوں سے اجتناب کریں جو ممکنہ طور پر زلزلے کی وجہ سے خراب ہوئے ہوں۔

اگر آپ ملبے کے نیچے دبے ہوں تو :

- ماچس نہ جلائیں۔
- ملبہ میں ادھر اُدھر نہ ہٹیں اور ہاتھ پاؤں نہ ماریں۔
- اپنے منہ کو رومال یا کسی کپڑے سے ڈھکیں۔
- کسی پائپ یا دیوار پہ تھپکی ماریں تاکہ بچاؤ اہلکار بازیاب کر سکیں۔ اگر دستیاب ہو تو سیٹی استعمال کریں۔ صرف آخری حربے کے طور ہی چیخیں۔ چلّانے سے آپ خطرناک حد تک سانس کے ساتھ دھول اندر کھینچ سکتے ہیں۔

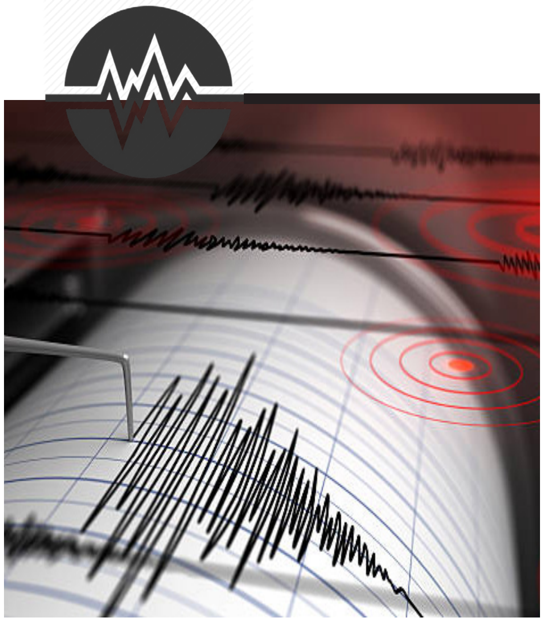

شمارہ: 2* جلد: 1* تاریخ : اپریل-مئی 2022* صفحات: 8
اسلامک یونیورسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی، اونتی پورہ سے شائع کردہ ایک کمیونٹی اخبار

یہ فوٹوفیچر روایتی کشمیری گھروں میں قدیم فنِ تعمیر کے اندازاورڈیزائن کی خوبصورتی کی عکاسی کرنے کے مقصد سے ہماری ایک کوشش ہے۔ وادی کے قدیم روایتی گھر کشمیر کے ابتدائی طرزِ تعمیر کے بہترین نمونے تھے اوراس جگہ کی آب وہوا اورقدرتی آفات کے خطرات کے مطابق بہت موزوں تھے۔ان قدیم گھروں میں لکڑی کے علاوہ تعمیراتی سامان کے طور پر سب سے زیادہ مٹی اورکچی اینٹوں کا استعمال عمل میں لایاجاتا تھا۔

(تصاویر: ثاقب مجید، فیصل خان، ارجمند وانی)

طرزِ تعمیر کی بنیاد پر روایتی کشمیری گھروں کی مزید درجہ بندی "طاق فنِ تعمیر" یا "دجی دیواری" کے طور پر کی جاتی ہے۔

سیڑھیاں اور اولتیاں شاندار پنجرہ کاری کی کاریگری سے آراستہ ہیں۔اوپر سے معلّق سیڑھی دو گھروں کو آپس میں جوڑتی ہے۔

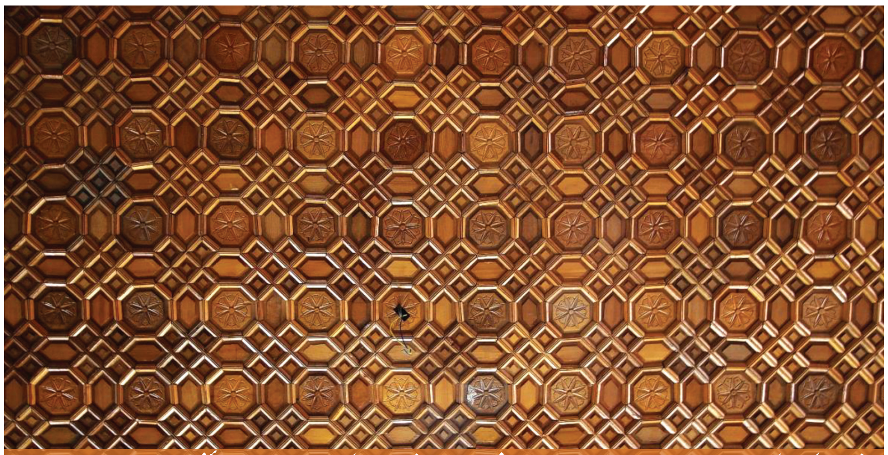

ختمبند لکڑی کی چھتوں پر نمونہ دار خاکہ سازی کا ایک قدیم فن ہے جو پرانی عمارتوں کی سب سے منفرد آرائشی خاصیت کے طور پر نمایاں ہے اور اسے کچھ نئی عمارتوں میں بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

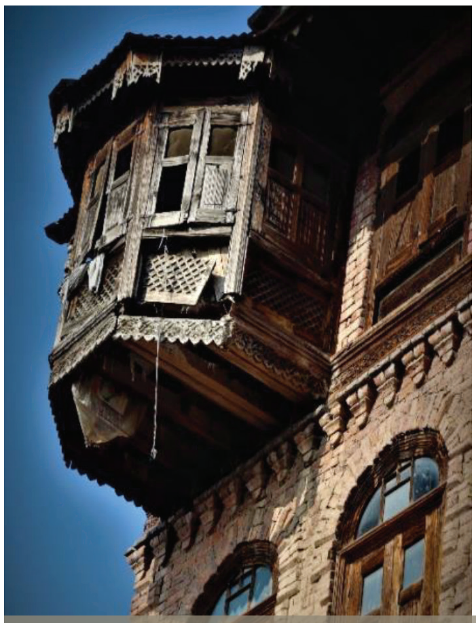

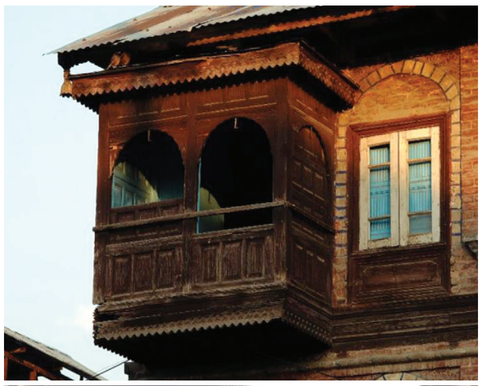

زون ڈب: قدیم کشمیری گھروں میں روایتی طور پر زون ڈب تعمیر کی جاتی تھی، جو کہ مکان کے بالا خانے پر توسیع کردہ ایک چبوترہ ہے۔اس کا استعمال عموماً چاند دیکھنے کے لیے ہوتا تھا (چاند کو کشمیری زبان میں 'زون' کہا جاتا ہے)

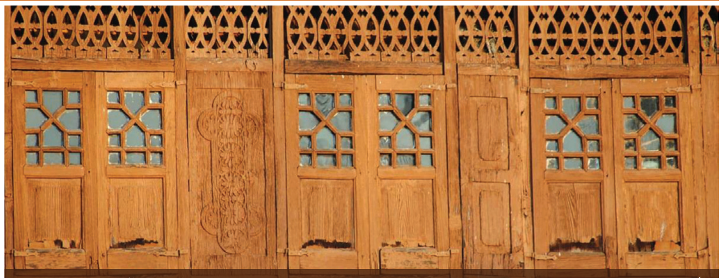

کشمیر میں سخت سردیوں سے تحفظ کے لیے، قدیم گھروں کی کھڑکیاں زیادہ تر لکڑی کی ہوتی تھیں جن میں کانچ کے روشن دان بہت ہی کم یا پھر ہوتے ہی نہیں تھے۔ کھڑکیاں عموماً محراب جیسی یا مستطیل ہوتی تھیں۔

کشمیر کے وراثتی گھر اس کے شاندار جمالیاتی ماضی کی علامت ہیں۔

سرپرست : پروفیسر شکیل احمد رومشو • مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر روہیلہ حسن • ادارتی بورڈ : پروفیسر شبیر احمد • ڈاکٹر عنایت رسول • ڈاکٹر سیار میر • سید عادل
مشاورتی بورڈ : پروفیسر اشوک اوگرا • پروفیسر ایاز حسن مون • پروفیسر للی وانت • یوسف جمیل • سمیر کول • ڈیزائنگ : آغا شاہی
اشاعت: ڈی۔پی۔سی، اسلامک یونیورسٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی-192122 اونتی پورہ، کشمیر naad@iust.ac.in